رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۲
ٹیلیفون نمبر ۲۹۰

تار کا پتہ
"انجمن" علی گڑھ

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۴	۱۵ اکتوبر ۱۹۵۵ء	ایڈیٹر - قاضی عبدالغفار	۲۹ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ	نمبر ۴۰

ثبوت لاؤ!

صوبائی انجمن ترقی اردو کا جو وفد اتر پردیش کے چیف منسٹر صاحب کی خدمت میں پیش ہوا، اس کے متعلق بعض حلقوں میں یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ چیف منسٹر صاحب نے بہت ہمدردانہ انداز میں وفد کے معروضات کو سنا۔ ہم اپنے ان دوستوں کی خوش فہمی پر کوئی تنقید یا تبصرہ کرنا نہیں چاہتے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہم ان مہربانیوں کی ستائش سنتے سنتے کچھ تھک ضرور گئے ہیں۔ عموماً ایسے وفود کی عرض داشتوں کا جو جواب عنایت ہوتا ہے اس میں کافی پیچ و خم ہوا کرتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ حکومتوں کی مصلحت اندیشی کے تقاضوں کا یہ پیچ و خم ایک لازمی نتیجہ ہوتے ہیں جن سے اپنے ہجوم شوق میں ہمیں دھوکا نہ کھانا چاہیے۔

وفد کے جواب کی تان اکثر اس بات پر ٹوٹا کرتی ہے کہ اگر کسی شکایت کا ثبوت بہم پہنچایا جائے تو وہ اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ بات صوبائی انجمن کے وفد سے بھی کہی گئی۔ لیکن چیف منسٹر صاحب نے اس بات پر غور نہیں فرمایا کہ ہندوستان کے اردو اخبارات میں ہر روز اس قسم کی کتنی شکایتیں شائع ہوتی ہیں جن میں مع اسما ہر شکایت کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ اب اس کے بعد حکومت کو کس قسم کے "ثبوت" کی ضرورت ہے جو انجمن کو پیش کرنا چاہئیے۔ اس سلسلہ کی سیکڑوں شکایتوں میں سے ایک مثال ہم پیش کرتے ہیں۔ یہ ایک مراسلہ ہے جو صوبائی انجمن کے اخبار "افراد اردو" میں شائع ہوا ہے۔ نامہ نگار لکھتا ہے کہ:

"گورنمنٹ انٹر کالج دیوریا کے درجہ ہفتم و ششم میں ۱۷ طلبا ہیں جن کی درخواستیں اردو تعلیم کی ہیں۔ گورنمنٹ کے سرکلر ۱۹۳۴ء کے مطابق اگر فی درجہ ۵ طلباء ہوں تو اختیاری مضمون میں اردو بھی لے سکتے ہیں لیکن پرنسپل و ضلع انسپکٹر سے بار بار ملنے کے بعد بھی ناکامیابی ہوئی۔ حال ہی میں ڈپٹی ڈائرکٹر جو بسلسلہ دورہ دیوریا آئے تھے۔ ان سے میں بحیثیت مولوی فاروق صاحب چشتی ایم۔ ایل۔ اے ملا اور انھوں نے انسپکٹر ضلع کی موجودگی میں کہا کہ اردو ضرور پڑھائی جائے گی۔ اور میں پرنسپل سے گفتگو کروں گا" لیکن نتیجہ بے سود"

پرنسپل صاحب فرماتے ہیں کہ کلاس کے لئے جگہ نہیں ہے اس لئے مجبوری ہے۔ کمرے بنوانے کی درخواست دی ہے جب کمرے بن جائیں تو اردو پڑھائی جائے گی۔ آخر بار پرسوں میں ضلع انسپکٹر سے ملا اور کہا کہ بڑا ہال جس میں ہمیشہ چار درجے پڑھائے جاتے تھے اور آج کل خالی پڑا ہے اور پورا برآمدہ اور برآمدہ کی دو چھوٹی کوٹھریاں جن میں کچھ سامان کسی ماسٹر صاحب کا رکھا ہے موجود ہیں ان میں بآسانی اردو کا درجہ کھولا جا سکتا ہے۔ لیکن انسپکٹر صاحب نے فرمایا کہ پرنسپل اس پر راضی نہیں ہیں اور میں ان کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے سے مجبور ہوں۔ آج یہ حالات ذریعہ ڈاک ڈپٹی ڈائرکٹر صاحب کو لکھے گئے ہیں۔

(۲) حسب ذیل پرائمری اسکولوں میں کافی لڑکوں کی جانب سے درخواستیں ہیڈ ماسٹر کو دی گئی ہیں جنھیں ہیڈ ماسٹر نے یہ کہہ کر واپس

کہا گیا کہ میرے اسکول میں کوئی حکم بورڈ سے اردو زبان کے سلسلے میں نہیں آیا ہے۔ اس لئے مجبوری ہے۔ (۱) اپر پرائمری اسکول رام پور کارخانہ (۲) اپر پرائمری اسکول گھوڑ گھاٹ (۳) اپر پرائمری اسکول موتی پور (۴) اپر پرائمری اسکول منہیاں ہرجنگ پور (۵) مڈل اسکول گھوڑ گھاٹ۔

ڈپٹی انسپکٹر بورڈ کو ایک تحریر بھیجی گئی کہ مذکورہ اسکولوں پر آپ کا سرکلر نہیں گیا ہے براہ کرم سرکلر اپنے احکام کے ساتھ مجھے دیجئے تاکہ میں اسپیشل نمبر سے اسکولوں پر بھیج دوں۔ اردو تعلیم کا وقت بہت ضائع جا رہا ہے لیکن:-

ہے ایک خامشی مرے سب کے جواب میں

اس بار میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ افسران دل خوش کن باتیں بہت کرتے ہیں لیکن نتیجہ صفر ہی رہتا ہے۔ بہرکیف اب آپ لکھئے کہ ہم لوگ مذکورہ اسکولوں کے سلسلے میں کیا کریں۔

اب اگر اس قدر تفصیلی شکایت بھی تشنۂ "ثبوت" ہے اور مزید کارروائی کرنے کے لئے حکومت کو کچھ اور "ثبوت" کی ضرورت ہے تو پھر ایسا ثبوت کہیں آسمان سے ڈھونڈھ کر لانا ہوگا۔

صوبائی انجمن کے وفد نے دوسری شکایت عدالتوں میں اردو کی درخواستیں قبول نہ کرنے کے متعلق پیش کی تھی اور اس کے ثبوت میں بھی بنارس کے ایک مقدمہ کا حوالہ دیا تھا جو بہت تفصیلی اور واضح تھا لیکن اس شکایت کے جواب میں بھی چیف منسٹر صاحب نے فرمایا کہ اگر وفد ثبوت بہم پہونچا دے تو وہ غور کرنے کے لئے تیار ہیں اور پھر اس سلسلے میں ضروری کارروائی بھی کی جائے گی۔ تاکہ عدالتوں میں اردو کی درخواستیں منظور کی جائیں۔ اس جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک معاصر نے لکھا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے کہ:-

یہ حکومت یوپی کی اردو کے لئے "ہمدردانہ پالیسی" کا اظہار ہے بلاشبہ عدالتوں کو کوئی ایسا سرکلر نہیں دیا گیا ہوگا کہ وہ اردو کی درخواستیں قبول نہ کریں۔ لیکن عدالتوں کو حکومت کا قانون اور اس کا مزاج تو بخوبی معلوم ہے اور اگر اتنی اہم معلومات کی بنا پر وہ اردو کی درخواستیں رد کر دیتی ہیں تو اس میں یقیناً وہ حق بجانب ہیں۔ اگر وزیر اعلیٰ اردو پر کوئی احسان ہی فرمانا چاہتے ہیں تو بجائے اس کے کہ انجمن ترقی اردو کے اراکین تمام صوبہ کی عدالتوں میں تحقیقات کی خاک چھانتے پھریں، شکایتیں فراہم کرکے وزیر اعلیٰ کی خدمت میں وفود حاضری دیں، پھر ان شکایتوں کی چھان بین ہو، اور پھر غور کرکے حکومت یوپی کچھ احکام صادر فرمائے۔ صرف اتنی سی تکلیف کیوں گوارا نہیں ہو سکتی کہ ایک عام سرکلر کے ذریعہ یہ ہدایت کر دی جائے کہ اردو کی درخواستیں عدالتوں اور جملہ سرکاری دفاتر میں رد نہ کی جائیں؟ اگر وزیر اعلیٰ کی ہمدردانہ توجہات سیاسی نوعیت کی نہیں تو اس ہمدردی کا عملی اظہار نہایت آسانی اور بہت تھوڑے وقفے میں ہو سکتا ہے۔ اور تمام عدالتیں اور سرکاری دفاتر یہ سمجھ سکتے ہیں کہ حکومت کیا چاہتی ہے لیکن اگر بات ہی "دوسری" ہے تو نتیجہ معلوم!

درحقیقت یہ آواز اردو کے حامیوں کے دل کی آواز ہے اور اگر حکومتیں اور وزراء اس حقیقت کو اچھی طرح نہ سمجھ لیں گی تو وہ آئندہ پیدا ہونے والی بے اعتمادی اور بددلی کے خود ہی ذمہ دار ہوں گے۔

جس وقت کہ ایک علاقائی زبان کے ساتھ ایک عظیم الشان تہذیب اور کلچر کی بربادی کا امکان سامنے ہے۔ ٹال مٹول کی یہ پالیسی ہرگز دانشمندانہ نہیں ——— حقیقت وہی ہے جس کی طرف ہم بار بار اشارہ کرتے رہے ہیں کہ ان چھوٹے چھوٹے وعدے اور چھوٹی چھوٹی رعایات کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ علاقائی زبان کے بنیادی مطالبے سے لوگوں کی توجہ کو ہٹا دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ جب ہر شکایت کو رفع کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے تو پھر علاقائی زبان کا جھگڑا کیوں اٹھایا جا رہا ہے یہ بات ہم نے خود بعض صاحبانِ اقتدار کی زبان سے سنی ہے اور اس کو سن کر ان حضرات کی کم فہمی پر ماتم کیا ہے۔ اگر اتر پردیش میں اردو کا مسئلہ اسی طرح سلجھایا گیا کہ عارضی رعایتوں سے تھپک تھپک کر علاقائی زبان کے مطالبے کو سلا دیا گیا تو پھر ہمیں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اتر پردیش میں اردو زبان کا خدانخواستہ جنازہ نکل جائے گا۔ اور اگر اتر پردیش میں ایسا ہوا تب ہندوستان میں کہیں بھی اردو زبان کو پناہ نہ ملے گی۔

ہم نے جب اتر پردیش کے وفد سے چیف منسٹر صاحب کی ہمدردانہ اور مشفقانہ گفتگو کا حال اخباروں میں پڑھا تو بے اختیار شاعر کی وہ بات یاد آگئی:-

لیکے چٹکی میں نمک آنکھ میں آنسو بھر کے
اس پہ مچلے ہیں کہ ہم زخم جگر دیکھیں گے

استاد بیخود دہلوی مرحوم

دہلی کی قدیم تہذیب کا ایک اور چراغ گل ہوگیا

اردو زبان کے مشہور شاعر مرزا داغ کے شاگرد مولانا وحیدالدین بیخود کا انتقال ہوگیا۔ مولانا بیخود کی عمر تقریباً ۹۰ سال تھی۔ انھوں نے مرزا غالب کو اپنے ہوش میں دیکھا تھا۔ مرزا داغ کے یوں تو ہزاروں شاگرد تھے لیکن ان میں سے نو خاص طور پر مشہور تھے جو داغ کے نورتن کہے جاتے تھے اور مولانا مرحوم ان میں سے ایک تھے۔

گذشتہ پندرہ سال میں مرزا داغ کے تین شاگرد دہلی سے اٹھ گئے [illegible] میں نواب سائل کی رحلت ہوئی اور اب مولانا بیخود گذر گئے ان میں سب سے طویل عمر مولانا بیخود نے ہی پائی کیونکہ حضرت آغا شاعر

کا جب انتقال ہوا تو ان کی عمر ۹۰ سال کی تھی نواب سائل اسّی سال کے تھے اور مولانا بیخود سنہ ہجری کے حساب سے نوّے کے پیٹے میں آچکے تھے۔

مولانا بیخود جن کی آخری شرکت ریڈیو کے مشاعرے میں پچھلی ۱۷ اپریل کو ہوئی وہ غزل کے استاد تھے۔

قدیم کلچر اور وضعداری کی یہ شان تھی کہ باوجودیکہ استاد بیخود اور سائل کے تعلقات خوشگوار رہے (شاید اس لئے کہ دونوں داغ کی جانشینی کے مدعی تھے) لیکن استاد نے اپنے لڑکے کو شاگرد بنایا تو حضرت سائل کا! قدیم دلی ختم ہوئی اور قدیم تہذیب کے یہ تمام آثار بھی مٹ گئے۔ اس انقلاب کا کہاں تک ماتم کیجئے۔

بیخود کی وفات سے غزل کے قدیم اسلوب کے ایک بڑے استاد کی جگہ خالی ہوگئی۔

ہلکے ہلکے اشارے

—— ذرا ہمارے مدارس کے ہیڈ ماسٹروں کی مشکلات کا تو اندازہ کیجئے جو ان کو اردو کی تعلیم کا انتظام کرنے میں پیش آتی ہیں —— کہیں اردو پڑھانے والے موجود نہیں ہوتے اور ہوتے ہیں تو ان کو برطرف کرنا پڑتا ہے —— کہیں کتابیں دستیاب نہیں ہوتیں اور کہیں مدرسہ کی عمارت میں کلاس کھولنے کے لئے جگہ نہیں ہوتی!! اب بتائیے کہ یہ بیچارے چاہیں لڑکوں کی درخواست منظور کرکے بھی کیا کریں!

—— مثلاً گورنمنٹ انٹر کالج دیوریا کے پرنسپل صاحب کو یہی دشواری درپیش ہے کہ ان کے ادارے کی عمارت میں کوئی کمرہ اردو کلاس کھولنے کے لئے میسر نہیں ہو سکتا —— البتہ اس عمارت میں ہندی کا ایک بڑا کمرہ خالی بتایا جاتا ہے، لیکن وہ اس کام کے لئے پرنسپل صاحب کی رائے میں موزوں نہیں ہے۔

—— اب چارۂ کار سوائے اس کے کچھ نہیں کہ نیا کمرہ بنانے کے لئے گورنمنٹ سے امداد حاصل کی جائے سو ظاہر ہے کہ اس کام میں بھی سال دو سال صرف ہوں گے۔ پھر جب روپیہ ملے گا تو کمرہ بنے گا اور جب کمرہ بن جائے گا تب اردو کی تعلیم کے متعلق حکومت کے احکام کی تعمیل ہو سکے گی!! —— اور یہ کیا معلوم ہے کہ کمرہ بن جانے کے بعد اس میں سنسکرت کا کلاس کھول دینا ضروری قرار پائے! ——

جے اتر پردیش!!

—— "معلوم ہوتا ہے کہ انجمن ترقی اردو اتر پردیش کے وفد کے معروضات وزیر اعلیٰ پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور ڈالا ہے اور انھوں نے بھی وفد کی شکایات کو بہت غور سے سنا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ جو شکایت صحیح ہوگی اس کا ازالہ ضرور کیا جائے گا۔" (الجمعیۃ)

—— ہاں صاحب وزیر اعلیٰ پر معروضات کے اثر ہی کا تو یہ نتیجہ ہے کہ دوبارہ اور سہ بارہ احکام جاری ہونے کے باوجود ابھی تک متعدد اسکولوں میں سرکلر کے نہ پہنچنے کی اطلاعیں مل رہی ہیں!!

—— "میرٹھ ۱۰ ستمبر گزشتہ سنیچر کے دن جن سنگھی ممبران نے میونسپل بورڈ کی میٹنگ سے بطور احتجاج واک آؤٹ کیا کیونکہ میٹنگ نے فیصلہ کیا ہے کہ سب کمیٹیوں کے ایجنڈے ہندی کے علاوہ اردو اور انگریزی میں بھی ممبران کو دئے جائیں۔ اس میٹنگ کی صدارت مسٹر ایشر پرتاب سنگھ انجام دے رہے تھے۔"

—— جن سنگھ کی جے!!

—— اتری ہندوستان میں ہندی اور اردو کا مسئلہ اس سے مختلف نوعیت کا ہے کیونکہ یہ دونوں زبانیں ایک دوسرے سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہیں۔ شاید ہندوستان کی کوئی دو زبانیں ایک دوسرے سے اتنے قریب نہ ہوں گی جتنی یہ دونوں ہیں۔ دونوں کے فعل کے صیغے تک ایک ہیں اور اردو اور ہندی کے بیشتر فعل ایک ہی ہیں اس لئے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان دونوں زبانوں کے حامیوں میں کوئی ان بن نہ ہوتی لیکن پھر بھی ایسا ہوا۔ جن لوگوں کی نظریں بلند ہیں اور دل وسیع ہیں انھوں نے اس جھگڑے کو مٹانے کی بہت کوشش کی۔ آرزو لکھنوی نے سریلی بانسری شائع کرکے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ یعنی تمام کتاب میں ایک بھی عربی فارسی کا لفظ نہیں اور پھر بھی وہ اردو ہی کا ہے۔ اسی طرح ہندی میں بھی آپ کو ایسے ایسے دوہے ملیں گے" (سنسار)

—— گوپی ناتھ امن صاحب دہلوی اردو کے شعرا میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ اب وہ روزنامہ "سنسار" کے ایڈیٹر ہیں، وہ ہمیشہ اردو ہندی کے جھگڑے کو ناپسند کرتے رہے —— لیکن عرض یہ ہے کہ اب قلم ان کے ہاتھ میں ہے کم از کم دہلی میں تو وہ اپنے قلم سے مظلوم اردو کی حفاظت کا کام لیں۔ وزارت کی ذمہ داریوں سے آزاد ہونے کے بعد اب وقت ہے کہ اردو کے محاذ کے صف اول میں آکر کچھ کام کریں۔

—— ان کے اداریہ کا مزا ایسا ہے جیسے دودھ میں ۳/۴ پانی ملا ہو۔

—— گزشتہ ہفتہ پورے ملک میں " ہندی کا دن " منایا گیا۔ اس سلسلہ میں پٹنہ میں بھی ہندی ساہتیہ سمیلن کے زیر اہتمام ایک جلسہ زیر صدارت راجہ رادھکا رمن منعقد ہوا جلسے میں متعدد تجاویز پاس کی گئیں۔ کئی مقررین نے تقریریں کیں۔ صدر جلسہ راجہ رادھکا رمن نے اپنی صدارتی تقریر میں اردو والوں کو مشورہ دیا کہ وہ اردو سے اپنا تعلق منقطع کرکے ہندی رسم الخط کو اپنا لیں۔ انھوں نے کہا کہ بنگلہ والے ہندی سیکھنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔ اور اس وقت وہاں ہندی کی اشاعت کے لئے ۱۳۴ مراکز کام کر رہے ہیں۔ آخر میں انھوں نے فرمایا کہ ہندی کا تصادم کسی زبان سے نہیں ہے۔ سوائے اردو کے "

—— راجہ صاحب کی آخری بات یعنی یہ کہ ہندی کا اصل تصادم اردو سے ہے بہت عجیب اور مضحکہ خیز ہے۔ ایک طرف تو اردو کو لائق اعتنا ہی تصور نہیں کیا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ ملک میں اس کا عدم اور وجود دونوں برابر ہے۔ اردو ہندوستان کے کسی علاقے کی زبان نہیں ہے۔ اس کے بولنے والوں کی تعداد محدود ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو زبان اس قدر بے حیثیت ہو اس سے ہندی کا تصادم کیسے ہو سکتا ہے۔ اور بالفرض اگر ہو بھی تو ہندی دوستوں کو گھبرانے کی کیا ضرورت ہے تصادم اور مقابلہ تو برابر والوں میں ہوتا ہے ایک طاقتور اور کمزور میں مقابلہ کیسا۔ گھبرانا اس کو چاہیے جو کمزور و ناتواں ہو جو طاقت ور ہو۔ اس کے پریشان ہونے کی وجہ —— ؟ لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ ہندی ملک کی قومی زبان ہے۔ اس کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے۔ کروڑوں روپیہ اس کی ترقی پر خرچ ہو رہا ہے۔ اس کے باوجود اگر ہندی کو اردو سے خطرہ محسوس ہو تو تعجب ہے۔" (ساتھی پٹنہ)

—— راجہ صاحب محترم ٹنڈن جی کے قبیلے کے آدمی معلوم ہوتے ہیں!! رہا اردو سے تصادم کا معاملہ تو یہ تصادم کہاں ہے۔ یہ تو شیر اور بکری والا معاملہ ہے کہ عین دریا کے وسط میں کشتی پر شیر کو بکری سے شکایت ہو گئی کہ تو خاک اڑا رہی ہے!! —— راجہ صاحب کی طرح ہزاروں خوش فہم ہیں جو ہندی کے محاذ پر اردو کے خلاف ہوا سے لڑ رہے ہیں!!

—— معاصر "سیج" کا نامہ نگار سوال کرتا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ دہلی کی اسمبلی میں اردو زبان کی حفاظت کے لئے سوشلسٹ پارٹی کے لیڈر نے ایک مسودہ قانون پیش کیا ہے۔ اور کسی کانگریسی نے ایسا اقدام نہیں کیا۔ وہ لکھتا ہے کہ :-

—— " یقیناً دہلی میں ایسے کانگریسیوں کی کمی نہیں جو گاندھیت کا پرچار کرتے ہیں۔ لیکن وہ دہلی میں اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت سے تسلیم کرنے میں کیوں پیچھے ہٹ گئے ؟ ...... کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ دہلی کے کانگریسی آگے بڑھیں اور اردو کے مفاد کی حفاظت کریں جس کو ایک سخت ضرب لگائی گئی ہے "

—— نامہ نگار صاحب نے یہ نہ سوچا کہ ضرب لگانے والے اصحاب کون ہیں!

—— ایک اور لطیفہ بھی قابل گزارش ہے۔ معاصر "الجمعیتہ" کے صفحات پر حسب ذیل مراسلہ شائع ہوا ہے :-

—— جناب ڈاکٹر سمپورنانند نے یوپی اسمبلی میں واضح طور پر اعلان کیا ہے کہ اردو کے ساتھ کوئی عناد نہیں ہے۔ یہاں تک کہ عدالتوں اور محکمہ جات میں اردو درخواستوں کے لئے جانے کے احکام صادر ہو چکے ہیں۔ اس اعلان کے ہوتے ہوئے پھر یہ کیا طریقہ ہے کہ اردو کا نام لیجئے اور افسران کے تیور پر بل آیا اور ہر طرح تکلیف دینے کے طریقے استعمال کئے گئے۔ ابھی حال میں ایک طالب علم نے انسپکٹر مدارس کے یہاں اپنے فارم امتحان کے ساتھ یہ درخواست پیش کی لیکن جوابات حسب قاعدہ اردو میں لکھنے کی اجازت دی جائے۔ بس جناب انسپکٹر صاحب چراغ پا ہو گئے۔ بہرحال طالب علم کے اصرار پر یہ حکم ہوا کہ اپنے گارجین سے ایک سرٹیفکٹ لاؤ کہ تمھاری زبان اردو ہے۔ واضح رہے کہ اس افسر کا دفتر شہر سے کافی فاصلے پر ہے۔ طالب علم آیا اور دوسرے روز یہ سرٹیفکٹ لے کر حاضر ہوا۔ تب یہ حکم ہوا کہ یہ کافی نہیں ہے۔ چند معززین سے بھی سرٹیفکٹ حاصل کرو پھر اسی روز اس کو واپس آنا پڑا! اور بہرحال اس کا بھی انتظام ہوا۔ اب تیسری قسط میں یہ ہدایت ہوئی کہ گارجین کا حلف نامہ ٹائپ ہو کر شامل کیا جائے۔ قہر درویش برجان درویش۔ اس کو امتحان دینا تھا اور اردو ہی میں یہ تیار تھا۔ اس ہدایت کی بھی تعمیل کی گئی۔ غرض کہ اس قصہ میں کافی زحمت اور اخراجات ہوئے ضرورت ہو تو وزارت متعلقہ یا خود جناب چیف منسٹر صاحب نام اور تفصیلات مجھ سے حاصل فرما سکتے ہیں تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ گورنمنٹ کے احکام چاہے کیسے ہی خلوص اور نیک نیتی پر مبنی ہوں بہرحال ضلع کے افسران یہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ احکام محض تماشائی ہیں۔ اور مقصود یہ ہے کہ ان پر عمل نہ کیا جائے۔ کسی گورنمنٹ کے لئے یہ نہایت شرمناک بات ہے کہ اس کے ماتحت افسران اس کے احکام کی وقعت نہ کریں اور پبلک میں غلط فہمی پیدا ہو کر بیانات صرف بطور تماشہ شائع کئے جاتے ہیں۔ اس قصہ میں سوال یہ ہے کہ طالب علم یہ کہتا ہے کہ میری زبان اردو ہے کافی ہونا چاہئے۔ اگر وہ غلط کہتا ہے تو وہ خود اپنا نقصان کر رہا ہے۔ اس میں سرٹیفکٹ اور حلف نامہ کا کیا سوال!

اور جناب انسپکٹر صاحب کو ناگوار ہونے کا کیا موقع۔ دوسرے یہ کہ اگر معززین کسی پرنسپل اور کارکنین کے ٹائپ شدہ دستخط شدہ کی ضرورت تھی تو یہ سب شرائط ایک ساتھ ہی کیوں نہ بیان فرما دی گئیں۔ اتنے وقت کا ضیاع اور مصارف کی نوبت نہ آتی۔

۲۸ ستمبر ۱۹۵۵ء　　(سید محسن غازی پوری)

—— ہم سے اگر سوال کیا جائے کہ ایسے حالات میں چارہ کار کیا ہو سکتا ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ پہلے ثبوت لاؤ، ثبوت پیش کرنے کے بعد ہی سرکار اس امر پر غور کر سکتی ہے کہ انسپکٹر مدارس کا طرز عمل حکومت کی پالیسی کے مطابق تھا یا مخالف!!

اردو کی خبریں

احمد آباد سید جمال الدین قادری صاحب سکریٹری شاخ انجمن ترقی اردو لکھتے ہیں کہ:۔

انجمن ترقی اردو احمد آباد کی سال گزشتہ اور پیوستہ کی انتھک جدوجہد سے اراکین انجمن ترقی اردو احمد آباد پر ذیل کی باتیں خصوصاً واضح ہو گئیں۔

(۱) علاقہ گجرات ایک تجارتی علاقہ ہے جہاں کی علاقائی زبان گجراتی ہے۔ اس لئے یہ قدرتی امر ہے کہ مقامی باشندوں کو اردو کی نسبت گجراتی سے زیادہ دلچسپی ہے۔

(۲) مقامی یونیورسٹی میں ذریعہ تعلیم گجراتی ہے یا ہندی۔ اس لئے ثانوی مدارس میں ذریعہ تعلیم اردو رکھنا مناسب نظر نہیں آتا۔

(۳) حکومت کے ساتھ جو ہماری طویل خط و کتابت ہوئی اس کے نتیجے میں ہم کو یہ معلوم ہوا کہ اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانا جوئے شیر لانے سے کم ہرگز نہیں۔ پھر بھی حکومت نے زبان اردو کو موجودہ ترقی یافتہ زبان تسلیم کیا ہے جس کو ابتدائی سے لیکر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلباء اور طالبات بخوشی سیکھ سکتے ہیں اور حکومت اس کے لئے انتظام کرنے کی ذمہ دار ہے۔

ان حالات کے مدنظر علاقہ گجرات میں اردو کے ٹمٹماتے چراغ کی لو بلند کرنے اور اس کو روشن رکھنے کے لئے انجمن ترقی اردو احمد آباد کے سامنے حکومت کی حکمت عملی کا وہ حصہ ہے جس میں اس نے اس کو موجودہ ترقی یافتہ زبان کی حیثیت سے مدارس اور کالجوں میں سکھائی جانے کی اجازت دی۔

اس لئے اردو سے دلچسپی رکھنے والے طلبا اور طالبات کی حوصلہ افزائی کے لئے انجمن ہذا نے انعامی تقریری مقابلے کے جلسے اگست کی ۳، ۵، ۶ اور ۷ تاریخوں میں رزی پبلک ہائی اسکول اور انجمن اسلام کے نذیر ہال میں رکھے۔

مقابلے کے لئے مضامین کے عنوانات حسب ذیل دئے گئے تھے۔ ان میں سے وقت مقررہ پر صرف ایک عنوان تقریر کرنے کے لئے دیا گیا تھا۔

ابتدائی:۔ (۱) عید قربان (۲) تعلیم نسواں (۳) بارش۔

ثانوی:۔ (۱) سینما کے اثرات (۲) دور حاضر کی عورت (۳) "دل کو توڑئیے یہ خدا کا مقام ہے"

اعلیٰ:۔ (۱) ہماری زبان (۲) عورت مرد کے دوش بدوش چل سکتی ہے (۳) عالمگیر جنگ کی تباہ کاریاں۔

مقرر کی تقریر میں حسب ذیل باتوں پر خاص توجہ دی گئی تھی۔

(۱) زبان اردو　(۲) مواد　(۳) اسلوب بیان

ہر ایک جلسے میں الگ الگ جج مقرر کئے گئے تھے۔ فاضل اور قابل ججوں کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

(۱) جناب سید مصطفےٰ حسن صاحب قادری

(۲) ڈاکٹر بھوگو بھائی صاحب نائک پی۔ ایچ۔ ڈی۔

(۳) جناب پروفیسر سید ابوظفر ندوی ممبر سنڈیکٹ گجرات یونیورسٹی۔

(۴) جناب غلام ابرار صاحب صدیقی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ ڈپلوما ان بیسک ایجوکیشن

(۵) جناب سید معقد حسین صاحب بخاری۔

(۶) جناب پروفیسر احمد حسین صاحب قریشی ایم۔ اے

(۷) محترمہ بیگم نذیر محمد صاحب

(۸) محترمہ آنسہ حسینہ بی بی صاحبہ قادری۔ ایم اے

(۹) محترمہ آنسہ مہرالنساء صاحبہ شیخ بی۔ اے (آنرس)

تقریباً پندرہ (۱۵) مدرسوں کے طلباء اور طالبات نے انعامی تقریری مقابلے میں حصہ لیا۔

لیکن تعجب ہوتا ہے کہ مقامی کالجوں میں سے صرف گجرات کالج ہی ایک ایسا کالج ہے جو سرکاری ہے اور جس میں اردو زبان سکھلانے کا معقول اور مناسب انتظام بھی ہے۔ لیکن نہ جانے کن اسباب سے وہاں کے طلباء اور طالبات کو مقابلہ میں حصہ لینے کا موقع نہ دیا جبکہ دوسرے کالج کے طلباء اور طالبات نے حصہ لیا اور انعامات بھی

حاصل کئے۔ حالانکہ وہاں اردو کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں ہے۔

ججوں کے فیصلے کے مطابق جو طلباء اور طالبات انعام پانے کے مستحق قرار دیے گئے تھے۔ ان کو انعامات تقسیم کرنے کے لئے ایک عام جلسہ ۲۸ ستمبر ۱۹۵۵ء بدھ کے دن ۵ بجے شام کو جبنلاج باگ جی بال پان کورنا کی زیر صدارت جناب ایم۔ ڈی راج پال صاحب آئی اے۔ ایس۔ میونسپل کمشنر، میونسپل کارپوریشن احمد آباد منعقد کیا گیا۔

تقسیم انعامات کے بعد مشہور مقامی شعراء حضرات نے اپنے کلام بلاغت سے حاضرین جلسہ کو محفوظ فرمایا۔

اس کام میں سب سے بڑا حصہ ان حضرات کا ہے جنھوں نے مالی امداد دے کر وعدہ انعامات مہیا کرنے کا ہمیں موقع دیا۔ انجمن ہذا ان حضرات کا دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔

اس کے علاوہ ہم اپنے محمد اینڈ کمپنی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جس نے چار دن تک بلا معاوضہ شطرنجیاں فرش کے طور پر استعمال کرنے کے لئے دیں۔ ساتھ ساتھ ہی ہم رچی پبلک ہائی اسکول اور انجمن اسلام ہائی اسکول کے بھی شکر گزار ہیں کہ جنھوں نے جلسوں کے لئے کمرے اور ہال عنایت کئے اور ہم ان تمام حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنھوں نے دامے، درمے، قدمے اور سخنے ہماری اعانت فرما کر ہمارے کام کو آسان بنایا۔ اگر اردو کے بہی خواہ اسی طرح ہماری حوصلہ افزائی اور اعانت کرتے رہے تو بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے کوئی نہ کوئی پروگرام ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

دہلی

انجمن کی شاخ کے سکریٹری صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

انجمن ترقی اردو شاخ دہلی کی پندرہ روزہ نشست ۲۰ ستمبر ۱۹۵۵ء زیر صدارت سید مظہر امام صاحب ایم۔ پی منعقد ہوئی شرکت کرنے والوں میں ممبران انجمن کے علاوہ فخر الدین احمد صاحب ایم، پی جگن ناتھ آزاد، افسران اور شعراء و ادباء شامل تھے۔ جمیل باقی صاحب مدیر پیام وطن نے اردو پر سوچنے اور کام کرنے کا ڈھنگ کیا ہونا چاہئے، اس پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا۔ روز بروز حالات تبدیل ہو رہے ہیں۔ اس انقلابی دور میں انجمن ترقی اردو کے کام کرنے کی رفتار بہت دھیمی ہے۔ جس ڈھنگ سے کام کیا جا رہا ہے اس طرح اردو کی ترقی ممکن نہیں۔ یہ تو کھلی ہوئی بات ہے کہ اردو کے ساتھ بے انصافی کی جا رہی ہے۔ ملک کی تقسیم کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ اردو جو شمالی ہند کی عوامی زبان ہے اس کو ختم کرنے کی کوشش اس کے بولنے والوں کی اکثریت نے ہی شروع کر دی۔ ممکن ہے ہندی کو ارباب اقتدار کی سرگرمیاں اردو کی جگہ مسلط کر دیں۔ لیکن اردو کی سی شیرینی کیفیت اور گھل مل جانے کی عادت وہ ہندی میں کبھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ مرکزی انجمن ترقی اردو نے کوئی تعمیری کام ابھی تک نہیں کیا۔

حمیدہ سلطان:۔ یہ کہنا تو آپ کا صحیح نہیں ہے مرکز نے یوپی سے ۲۰ لاکھ دستخط حاصل کئے اور صدر جمہوریہ کی خدمت میں پچھلے سال ان کو پیش کر دیا۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ اس وقت تک کوئی خوش گوار نتیجہ نہیں نکلا دراصل یہ کام کہ اردو باقی رہے صرف انجمن ترقی اردو (ہند) ہی نہیں بلکہ سب اردو والے مل کر کر سکتے ہیں میں خود اس کو محسوس کرتی ہوں کہ ہماری شاخ میں بھی کام ٹھیک نہیں ہو رہا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ میرے شریک کار اتنا وقت اس کے لئے نہیں دیتے جتنا کہ دینا چاہئے۔

مولانا باقی صاحب:۔ میرا روئے سخن مرکزی انجمن کی جانب ہے۔ دہلی شاخ تو کچھ نہ کچھ کام کر ہی رہی ہے۔ البتہ جامعہ والے بہت دبی ہوئی پالیسی سے کام لے رہے ہیں۔ اگر وہ لوگ بھی تعاون کریں تو کام زیادہ اچھا ہو سکتا ہے۔

مظہر امام صاحب:۔ دراصل مرکزی انجمن نے صرف یوپی ہی کی طرف سے دستخط حاصل کئے اور بہار کو نظر انداز کر دیا یہ طریق کار غلط تھا میں سمجھتا ہوں دہلی شاخ کافی سرگرمی سے کام کر رہی ہے۔ اگر تمام شاخیں بھی اسی طرح کام کریں تو مرکزی انجمن کو بہت تقویت ملے گی۔

جگن ناتھ آزاد:۔ جو لوگ اردو جانتے ہیں ان کا تو فکر نہیں، تعلیم بالغان کا بھی انجمن ترقی اردو کو خیال کرنا چاہئے۔

حمیدہ سلطان:۔ ہم نے عورتوں کے لئے کچھ سنٹر کھولے ہیں جہاں میونسپل کمیٹی کی دی ہوئی اردو کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

مولانا باقی صاحب:۔ ۲۰ لاکھ دستخطوں سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اردو کی تحریک کو عوامی نہ بنایا جائے۔ اس کے لئے کافی دوڑ دھوپ کی ضرورت ہے جس کی طرف ابھی تک بالکل دھیان نہیں دیا گیا ہے۔

جگن ناتھ آزاد:۔ باقی صاحب نے جو فرمایا ہے کہ اردو کے ارتقاء کے لئے صحیح ہے لیکن ابتدا کے لئے نہیں۔ جو بچہ ۴۷ء میں اسکول میں داخل ہوا وہ اب بارہ سال کا ہو گیا ہوگا۔ کیونکہ حکومت کی زبان اب ہندی ہے۔ اس لئے عام طور سے اردو پڑھانا لوگ ضروری نہیں سمجھتے۔ صوبوں کے وزراء خصوصاً پنجاب کے وزیر تعلیم سے میری بات ہوئی ہے۔ یہ سب اردو کے سلسلے میں گول مول بات کرتے ہیں۔ انجمن کی باگ ڈور قاضی عبد الغفار صاحب کے ہاتھ میں تھی ہو یا کسی اور کے

ہم سب کو مل کر اردو کی بقا پر غور کرنا چاہئے۔ اجتماعی طور پر کام کرنا انجمن کا کام نہیں ہے یہ کام تو ہمارا آپ کا ہے۔ اس حالت میں کہ اردو کو دیس نکالا دیا جا رہا ہے۔ اس ہفتہ میں اردو کے تین اچھے اخبار نکلے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ۱۰ سال بعد ان اخبارات کو کون پڑھے گا۔

مولانا باقی صاحب :- اردو کے بقا اور ارتقاء کا سوال نہیں بلکہ یہ بحث طریقہ کار ہے۔ ہمارے (Method) کا سوال ہے ہمیں اس کے بنیادی پہلوؤں پر غور کرنا چاہئے۔

جگن ناتھ آزاد :- ہم اسکول پر اپنی توجہ مبذول کریں۔ یہ بہت ضروری ہے۔ پنجاب کی زبان ہندی نہیں ہے۔ وہاں صرف پنجابی بولنے کی زبان ہے۔ لکھنے پڑھنے کی زبان اردو ہی ہے وہاں زبان کا مسئلہ ایک اسٹیٹ کا مسئلہ ہو کر رہ گیا ہے۔ بحث چل رہی ہے۔ ہندی اور پنجابی کی۔ لیکن اردو میں ہو رہی ہے۔ وہاں اردو کے لئے بڑا میدان ہے۔ پنجاب نے پنجابی میں کوئی کلاسیکل لٹریچر نہیں پیدا کیا۔ اقبال کے شعر بھی اردو میں ہیں۔ کرشن چندر کے افسانے بھی۔

حمیدہ سلطان :- وزیر اعلیٰ پنجاب نے تو انگلش کے ساتھ اردو کو بھی نکالنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

جگن ناتھ آزاد :- واقعی حکومت کا رویہ اردو کے ساتھ بہت افسوسناک ہے۔ دس اور پندرہ سال بعد اردو کے رسائل اور اخبار کے پڑھنے والے چند ہی رہ جائیں گے۔

ہم اردو والے صرف رسمی باتیں کرتے ہیں بجائے نکتہ چینی کرنے کے یہ کام کا وقت ہے۔

مولانا باقی :- آپ صحیح فرماتے ہیں لیکن ۱۹۴۷ء کے بعد اردو بھی سیاست کی نذر ہو گئی۔ ڈاکٹر عبدالحق نے اسے فرقہ وارانہ مسئلہ بنا دیا ہے جب تک آپ اردو کو غیر جانبدار نہیں بنائیں گے اس کی اور ہندی کی باہمی چشمک دور نہیں کی جائے گی اس کی ترقی ناممکن ہے۔

مظہر امام صاحب :- علاقائی زبان کے لئے ایک علاقہ موجود ہے۔ اردو کے لئے اردو کا مخصوص علاقہ دہلی ہی ہو سکتا ہے۔ پھر دہلی حکومت اردو کو کیسے نظر انداز کر سکتی ہے۔

مولانا باقی صاحب :- دراصل اردو پر اسلامی کلچر کی چھاپ ہے۔ اردو شاعری کی زیادہ تر روایات ایرانی ہے۔ اردو شعراء نے ہندوستانی چیزوں سے زیادہ غیر ملکی چیزوں پر شاعری کی یا اعتراض اکثر اردو کے مخالف کرتے ہیں۔

حمیدہ سلطان :- ڈاکٹر کاٹجو نے ۱۹۵۵ء میں اپنی صدارتی تقریر یوم غالب پر اس جانب اشارہ کیا تھا۔ ان کا یا کسی اور کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اردو شعراء ہندوستانی روایات کا خیال نہیں کرتے۔ موجودہ دور میں جوش ملیح آبادی کے یہاں بھی جن کے کلام میں سب سے زیادہ فارسیت ہے کافی آفاقیت پائی جاتی ہے۔

جگن ناتھ آزاد :- معترضین کو خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنانے ہیں۔ ہندو شعراء نے بھی حمد اور نعت سے کلام کو شروع کیا ہے۔

مولانا باقی صاحب :- ماننا پڑے گا کہ اب اردو شعراء کو غیر ملکی چیزوں کا خیال چھوڑ کر یہاں کی چیزوں کا ذکر کرنا چاہئے۔ منظم طور پر اس کے لئے کوشش کرنی ضروری ہے۔

مظہر امام صاحب :- انجمن ترقی اردو کی خدمات سے ہمیں انکار نہیں لیکن مرکزی انجمن کے سکریٹری قاضی عبدالغفار صاحب کی مسلسل علالت کے باعث کام کی رفتار بہت ہلکی ہے۔ اور اس عالم میں کہ اردو پر عالم نزاع طاری ہے اس کو کوئی فائدہ ہونا ممکن نہیں ہے۔ بچوں کی ابتدائی تعلیم اردو میں ہونی ضروری ہے اس کا پرچار تمام شمالی ہند میں انجمن کی جانب سے ہونا چاہئے۔ اردو رسم الخط کو آسان بنایا جائے۔ عام فہم زبان میں کتابیں لکھ کر سستے داموں پر مرکزی انجمن فروخت کرے۔

مولانا باقی :- ایک تجویز یہ بھی ہے کہ ناگری رسم الخط کو [illegible] لیا جائے۔

حمیدہ سلطان :- یہ لغو ہے۔ اس سے اردو شاعری [illegible] کی صورت بگڑ کر رہ جائے گی۔

سید مظہر امام :- اردو کے لئے فارسی رسم الخط کے ساتھ [illegible] دیوناگری رسم الخط کو بھی رواج دینا چاہئے۔

مولانا باقی :- یہ کام ہندی والوں نے کیا ہے۔ غالب [illegible] اقبال کا کلام بھی ہندی میں چھپوایا گیا ہے۔

فخر الدین علی احمد صاحب :- ہندی کے لئے [illegible] حکومت پروپیگنڈہ کر رہی ہے اس کا اثر ہونا ہی چاہئے۔ آسام [illegible] کی جانب سے گاؤں میں ایک ریڈیو دے دیا گیا ہے [illegible] ڈرامہ آسامی بچے بھی سنتے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ [illegible] بڑھے گی تو یقیناً ہندی داں ہوگی۔ حکومت کی [illegible] والے بچا رہے کیا دے سکتے ہیں۔

جگن ناتھ آزاد :- اردو کے پاس ریڈیو نہیں لیکن [illegible]

مولانا باقی صاحب :- ہمارے اوپر تعطل اور جمود طاری [illegible] اس کو دور کرنا ضروری ہے۔

فخر الدین علی احمد صاحب :- اس لئے دیوناگری رسم الخط کو [illegible] لینا ہوگا تاکہ وہ صوبے جو اردو سے واقفیت نہیں رکھتے اردو کو سمجھ سکیں

اس طرح اردو عوامی صورت اختیار کرے گی اور اردو والے اپنے مطالبات منوا سکیں گے۔ ہر ایک زبان کو اپنے صوبہ میں ترقی حاصل کرنے کے پورے حقوق ہمارے کانسٹی ٹیوشن میں موجود ہیں۔ پاکستان نے اگر مشرقی پاکستان سے بنگالی ختم کرنی چاہی تو آخر کار اس کو منھ کی کھانی پڑی اور وزارت تک ختم کر دی گئی۔

جگن ناتھ آزاد:۔ مدراس اور میسور کی طرح مشرقی بنگال کی حالت ہے۔ جس طرح مدراس میں ہندی کے ساتھ نفرت کی جانے لگی۔ اسی طرح مشرقی بنگال بھی اردو کا مخالف ہو گیا۔ دراصل کوئی انسان بھی نہیں چاہتا کہ اس کی زبان اور کلچر کو مٹا دیا جائے۔

فخرالدین علی احمد صاحب:۔ حکومت دہلی کو بھی اردو کے لئے وہی کرنا چاہئے جو اور صوبہ علاقائی زبانوں کے لئے کر رہے ہیں۔ آسام اور بنگال میں آسامی اور بنگالی کو تمام سہولتیں حاصل ہیں۔ ہندی کو وہاں ثانوی حیثیت دی گئی ہے۔ پارلیمنٹ میں کہا گیا کہ مولانا آزاد وزیر تعلیم ۱۰ سال میں ہندی کو اپنا لیں گے۔ آج کل اسکولوں میں میٹرک سے پہلے لڑکے اپنی مقامی زبانوں میں خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔

بہار اور یوپی اور جہاں تک میرا خیال ہے دہلی کے بھی سب اسکولوں میں بھی ہندی کر دی گئی ہے۔ اس لئے آئندہ نسل کے لئے ضروری ہے کہ فارسی رسم الخط کے ساتھ دیوناگری رسم الخط کو بھی رواج دیا جائے۔

جگن ناتھ آزاد:۔ دراصل حکومت کو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ اردو کو عوام کتنا پسند کرتے ہیں۔ اردو کے اخبار پڑھنے والوں کی تعداد ہندی سے کہیں زیادہ ہے۔ اردو پریس کو چاہئے کہ جمہوری اصولوں پر اپنا مطالبہ حکومت کے سامنے پیش کرے تو ضرور کچھ نہ کچھ ہوگا۔

مظہر امام صاحب:۔ دراصل اکثریت کا درمیانی طبقہ اردو کے خلاف ہے۔ عوام تو اس کے حامی ہیں۔ انجمن ترقی اردو کو چاہئے کہ ان کی صحیح رہنمائی کرے۔

دہلی۔ ۱۰ ستمبر۔ دہلی اسٹیٹ اسمبلی کے پرجا سوشلسٹ ممبر مشتاق احمد نے ایک غیر سرکاری قرارداد میں اس ضرورت کا اظہار کیا ہے کہ ہندی اور اردو دونوں زبانوں کو دہلی اسٹیٹ کی سرکاری زبان تسلیم کیا جائے۔ اس قرارداد پر دہلی اسٹیٹ اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں بحث ہوگی۔ اسمبلی کے اسپیکر نے اس قرارداد پر بحث کے لئے اپنی منظوری دے دی ہے۔

قرارداد میں کہا گیا ہے کہ چونکہ آبادی کا کافی حصہ اس بات کا خواہش مند ہے کہ اردو کو دہلی اسٹیٹ کی ایک سرکاری زبان تسلیم کر لیا جائے اس لئے اردو اور ہندی کو سرکاری زبانوں کی حیثیت سے تسلیم کرنا عوام کے مفاد میں ہوگا۔ اس لئے یہ اسمبلی حکومت سے سفارش کرتی ہے کہ وہ دونوں زبانوں کو مرکزی حیثیت سے تسلیم کرنے کے لئے قانون ساز اسمبلی میں ضروری قانون پیش کرنے کے لئے جلد قدم اٹھائے۔

کھام گاؤں

حامد محمد صاحب تسلیم لکھتے ہیں کہ بلدیہ مہکر نے بے دلیل نامعقول اسباب کے اردو پرائمری مدرسہ کو اپریل ۱۹۵۵ء سے بند کر دیا۔ تجسس و تحقیق کے بعد بھی مدرسہ بند کر دینے کی معقولیت منکشف نہ ہو سکی۔ اس کے معنی بلا واسطہ یہی ہو سکتے ہیں کہ مہکر بلدیہ کو تعصب کی رو میں یہ برداشت نہ ہو سکا کہ اردو کا مدرسہ جاری رہ سکے۔ چنانچہ اس نے اس پر اپنی تنگ نظری اور تنگ ظرفی کا تیشہ صرف کر ہی دیا۔ مگر گزشتہ تخمینہ میں حکومت مدھیہ پردیش نے ابتدائی مدارس کے قائم کرنے یا جاری کرنے پر لاکھوں روپیہ منظور کیا ہے۔ اور اس کے مطابق صوبہ میں کئی مقامات پر ابتدائی مدارس جاری بھی ہو چکے ہیں یا قائم کر دئے گئے ہیں۔ لیکن اس بلدیہ نے بالکل متضاد برتاؤ کیا ہے۔ اگر ابتدائی تعلیم بلدیات و جنپد کے سپرد ہے تو بھی حکومت کو اس طرح سکوت و خاموشی اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ حکومت کو یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اس کے تخمینہ کے مطابق کہاں کہاں ابتدائی مدارس جاری نہ ہو سکے۔ اور اس کے کیا کیا اسباب ہیں؟ اگر اردو کا مدرسہ ہی جاری کرنا نہیں ہے تو پھر تخمینہ کی جوانی کے کیا معنی ہیں؟ اس میں ایسا کہیں نہیں کہ صرف مراٹھی ہندی کے مدارس جاری ہوں گے اور اردو کے نہیں؟

حکومت کا تخمینہ صرف مخصوص فرقوں ہی کے لئے ہے اور اردو داں جنتا کے لئے نہیں؟ جب تخمینہ کے متن ہی میں یہ بات کہیں درج نہیں تو حکومت کی نیک نیتی پر شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن حکومت کا سکوت ضرور تذبذب میں ڈال سکتا ہے۔ مہکر کے اردو داں عوام نے بلدیہ مہکر کے علاوہ غالباً حکومت کے دروازہ پر بھی دستک دی ہے لیکن ہنوز شنوائی نہ ہو سکی۔ وہاں کے سربرآوردہ اردو داں مثلاً جناب قبلہ عبدالرحمٰن خاں صاحب المعروف بہ جاسو میاں نائب بلدیہ وغیرہم حضرات نے کافی تگ و دو اور دوادوش کی زحمتیں اٹھائیں۔ لیکن سب بے سود ثابت ہوئیں۔

ہم بلدیہ مہکر اور حکومت مدھیہ پردیش سے مخلصانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ نہ صرف مہکر بلکہ جہاں جہاں بھی اردو مدارس کے قیام کے لئے عوام نے درخواستیں پیش کی ہیں۔ اولین فرصت میں ان پر توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ غیر مذہبیت کا مقصد فوت ہونے میں دیر نہ لگے گی۔

بھوپال

بھوپال ۱۰ ستمبر کل رات ۹ بجے دفتر قدیم میں انجمن ترقی اردو کی مجلس عاملہ کا جلسہ انجمن کے صدر جناب شری لال صاحب وکیل کی صدارت میں ہوا جس میں انجمن کی ممبر سازی کی مہم کو تیز کرنے پر غور کیا گیا۔

جلسہ میں مسٹر عرفان مدیر آرٹ دکھوڑ نے اس پر زور دیا کہ اردو کی ترویج و اشاعت اور تعلیم بالغان کے سلسلے میں شبینہ مدارس مختلف محلوں میں قائم کئے جائیں۔ آپ نے کہا کہ اگر اس سلسلے میں جد وجہد کی جائے تو کامیابی کی توقع ہے۔ کیونکہ لوگوں میں خلوص ہے۔

انجمن کے نائب صدر اور سٹی کمیٹی کے صدر جناب رائے لالہ ملک راج صاحب نے بھی شبینہ مدارس قائم کئے جانے پر زور دیا اور کہا کہ یہ کام بہت اچھا ہے۔ لوگوں کو بچوں کے پڑھانے کے لئے وقت نکالنا چاہئے۔

شری عثمان نے بھی اس کی تائید کرتے ہوئے اس پر زور دیا کہ شہر اور دیہاتوں میں شبینہ مدارس کا جال بچھا دیا جائے اور ان اسکولوں میں حیات اللہ طریقہ تعلیم کو رواج دیا جائے جو کافی مفید ثابت ہوا ہے اور جس کی کتابوں کی قیمت بھی کم ہے۔ وکیل عبدالخیر صاحب نحوی نے اپنی تقریر میں اس خیال کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ عوام سے تعاون حاصل کرنے کے سلسلے میں پہل کی جائے۔

انجمن کے نائب صدر جناب عبدالسلام صاحب صدیقی نے اظہار خیال کرتے ہوئے بتایا کہ وہ محکمہ تعلیمات میں پندرہ بیس سال تک ڈائرکٹر تعلیمات رہ چکے ہیں۔ ان کے تجربات کی روشنی میں ضروری ہے کہ پہلے اسکولوں کے شروع کرنے سے قبل تعلیم ان کی نگرانی اور ان کے نصاب تعلیم پر غور کیا جائے۔

انجمن کے صدر جناب شری لال صاحب نے بھی شبینہ مدارس قائم کئے جانے کی تائید کرتے ہوئے اس پر زور دیا کہ اس سلسلے میں ایک کمیٹی بنائی جائے۔

چنانچہ انجمن کے نائب صدر جناب عبدالسلام صاحب صدیقی سابق ڈائرکٹر تعلیمات کی صدارت میں ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا سکریٹری شری عثمان کو چنا گیا۔ اس کمیٹی میں مسٹر ایم عرفان، مسٹر جنید صدیقی اور مسٹر گوہر جلالی کے نام بھی شامل ہیں۔

جلسہ میں مسٹر شری لال صاحب کو یہ اختیار بھی دیا گیا کہ اندور ریڈیو نے بھوپال کے فنکاروں کا جو بائیکاٹ کر رکھا ہے اس سلسلے میں وہ ایک میمورنڈم تیار کریں جو ڈاکٹر کیسکر کی یہاں آمد کے موقع پر ان کو پیش کیا جائے گا۔

جمشید پور

حبیب آرزوی صاحب سکریٹری اطلاع دیتے ہیں کہ انجمن کی شاخ ۸ راکتوبر کو یوم پریم چند منانے والی ہے جس کا پروگرام حسب ذیل ہے:۔

حسب ذیل عنوانات پر تقریریں ہوں گی۔

(۱) پریم چند آدرش وادی تھا۔
(۲) پریم چند انقلابی تھا۔
(۳) پریم چند اصلاح پسند تھا۔
(۴) پریم چند ترقی پسند تھا۔
(۵) پریم چند ماضی پرست تھا۔
(۶) پریم چند بہتر مستقبل کا نقیب تھا۔
(۷) پریم چند کسانوں کی زبان تھا
(۸) پریم چند متوسط کا ترجمان تھا۔
(۹) پریم چند طالسٹائی اور شولوخوف سے متاثر تھا۔
(۱۰) پریم چند ایچ۔ جی۔ ویلس سے متاثر تھا۔

یہ اور اس قسم کے بیشتر سوالات زیر بحث لائے جائیں گے لیکن اس بات پر سبھی متفق ہیں کہ "پریم چند ہندوستانی تہذیب، کلچر اور اردو زبان کا سچا دوست تھا"۔ اسی عظیم تعلق کی بنا پر "انجمن ترقی اردو منگو کیمپ" جمشید پور نے ۸ راکتوبر ۱۹۵۵ء کو بہار کلب ہال میں شام کے ۶ بجے یوم پریم چند منایا۔

لکھنؤ

لکھنؤ یونیورسٹی کی اردو فارسی سوسائٹی کی رسم افتتاح ادا کرتے ہوئے کل شام کو مشہور ترقی پسند ادیب مسٹر سجاد ظہیر نے طلبا پر زور دیا کہ وہ ادبی مطالعے کے سلسلے میں دوسری زبانوں کے ادب سے بھی استفادہ کریں۔

انھوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ اردو کے طالب علموں کو خصوصاً ان لوگوں کو جو ادب سے دلچسپی رکھتے ہیں مختلف زبانوں کا ادب ضرور پڑھنا چاہئے کیونکہ اس سے ان کے خیالات میں تنوع اور علم میں اضافہ ہوگا۔

اردو کے ساتھ ہی ساتھ انھوں نے ہندی، بنگالی، اور اس طرح سے مختلف دوسری علاقائی زبانوں سے واقفیت کو بھی ضروری قرار دیا اور کہا کہ یہ چیز کوئی نئی نہ ہوگی بلکہ ہندوستان کی تاریخ میں ایسے بہت سے لوگوں کا نام لیا جا سکتا ہے جو اردو کے ساتھ ساتھ فارسی، عربی، ہندی، سنسکرت ایسی مختلف زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اردو [illegible] کما حقہ واقفیت پیدا کرنے کے لئے اردو کے ساتھ ساتھ فارسی اور عربی بھی پڑھنی پڑتی [illegible]

معلومات میں گرانقدر اضافہ ہوتا ہے۔

انھوں نے سوسائٹی کے لوگوں کو مبارک باد دی اور کہا کہ اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں اس طرح کی سوسائٹی بڑی اہم خدمت انجام دیتی ہے۔

مسٹر سجاد ظہیر کی تقریر کے بعد ایک غیر رسمی بزم مشاعرہ بھی ہوئی جس میں مجاز، احتشام حسین، آل احمد سرور، شارب لکھنوی، وارث کرمانی، عارف نقوی، احمد سیتاپوری، شوکت عمر انصاری اور بعض دیگر شعرا نے حصہ لیا۔

جے پور

جے پور ۱۷ ستمبر ۸ بجے شام کو انجمن ترقی اردو شاخ جے پور کا سالانہ جلسہ نیلی حویلی میں زیر صدارت خان بہادر الطاف احمد صاحب خیری صدر انجمن ترقی اردو جے پور منعقد ہوا۔

مولوی احترام الدین احمد شاغل سکریٹری انجمن نے انجمن کی سالانہ رپورٹ یکم اپریل ۱۹۵۴ء تا ۳۱ اگست ۱۹۵۵ء پڑھی جس میں اس زمانہ کی کارروائی ہائے انجمن پر روشنی ڈالی۔ اور یوم آزادی کے موقع پر ۱۵ اگست ۱۹۵۵ء کے شاندار مشاعرے کا ذکر کیا۔ جس کی صدارت راجستھان کے چیف منسٹر شری جے نرائن ویاس نے کی تھی۔ ممبران انجمن کی تعداد میں اضافے۔ شبینہ اسکولوں اور مکتبوں کا اجرا۔ اس وقت جے پور میں ۲۴ پرائیوٹ اسکولوں میں ۱۵۰۱ طلبہ کا اردو کی تعلیم پاتے ہونا۔ اردو کالج کے ۱۲۰۔ اور فیضان کالج کے ۴۳ طلبا کا جامعہ اردو علی گڑھ کے امتحانات میں شریک ہوکر کامیابی حاصل کرنا۔ پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات اردو میں طلبہ وطالبات کی شرکت۔ ایک روزنامہ "نئی روشنی" کا اجرا۔ جے پور کے شعرا کا ایک ضخیم تذکرہ تقریباً ساڑھے چار سو صفحات کا مکمل کیا جانا جو یہاں کی تاریخ ادب اردو کہلانے کا مستحق ہے وغیرہ وغیرہ کا ذکر کیا۔ نیز حسابات آمد وخرچ کا اظہار اور سرکاری مدارس سے اردو کے ختم کئے جانے اور اس کی تعلیم میں رکاوٹوں کے پیدا ہونے، سنسکرت کی تعلیم لازمی کر دئے جانے۔ اردو کو ثانوی زبان سے گھٹا کر اختیاری مضمون قرار دینے اور اس میں بھی داخلے نہ ملنے پر اظہار افسوس کیا۔ ایک معیاری اردو کے پریس۔ ایک روزانہ اردو کے مقامی اخبار کی ضرورت کا اظہار اور ان کی کامیابی کے ساتھ چل سکنے کے امکانات کو بیان کیا۔

اس کے بعد جناب صدر نے اپنا پر مغز وبصیرت افروز مختصر خطبہ پڑھا جس میں دیگر حالات کے علاوہ سکریٹری صاحب کے کام اور محنت وجانفشانی کی تعریف کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ پر خلوص وہمدردان اردو ایسے اصحاب تعاون فرمائیں کہ جو اپنے مصروف وقت میں سے اردو کی خدمت کے لئے وقت دے سکیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم سب کی دلی خواہش ہے کہ اردو نہ صرف باقی رہے بلکہ وہ ترقی کرے۔ سب سے اہم سوال ہمارے بچوں کی تعلیم کا ہے کہ کس طرح ان کو مادری زبان میں تعلیم دلوائی جائے۔ موصوف نے اردو کے ایک معیاری پریس اور ایک مقامی اردو کے روزنامہ جاری کئے جانے کی طرف بھی توجہ دلائی۔

اس کے بعد حسب ذیل ریزولیوشن حسب ضابطہ تائید و تقریبات کے بعد بالاتفاق منظور کئے گئے۔

(۱) حکیم محمد عبد الحق صاحب انسپکٹر یونانی شفاخانہ جات راجستھان نے تجویز پیش کی۔ انجمن ہذا کو مقامی شاخ سے بڑھا کر ریاستی شاخ بنایا جائے جس کے لئے پانچ مزید شاخوں کا اس سے الحاق ہونا ضروری ہے جن میں سے (۱) دھولپور (۲) مال پورہ (۳) سانبھر اور سوائی مادھوپور کی شاخیں اس سے الحاق منظور کر چکی ہیں۔ قانوناً صرف ایک شاخ کی اور ضرورت ہے جو اس سے الحاق منظور کرلے۔ اس کی تکمیل جلد تر کرلی جائے۔

قرار پایا کہ حکیم حافظ محمد عبد السلام صاحب ایک شاخ جلد سے جلد قصبہ ٹونک میں قائم کرادیں۔ جس کا انھوں نے اقرار کیا۔ اور قرار پایا کہ ٹونک اور کوٹہ میں قائم شدہ شاخوں سے خط وکتابت کی جائے کہ کیا وہ الحاق کے لئے رضامند ہیں۔ نیز جودھپور، بیکانیر وغیرہ جیسے بڑے مقامات پر اگر اب تک انجمن کی شاخیں نہ ہوں تو قائم کرائی جائیں اور اگر موجود ہوں تو الحاق کے متعلق دریافت کیا جائے۔

(۲) حکیم عبد الحق صاحب موصوف ہی نے یہ تجویز پیش کی کہ جے پور کی باقاعدہ وممتاز جماعتوں مثلاً جمیعتہ العلماء وجمیعتہ القریش وغیرہ سے درخواست کی جائے کہ وہ اپنی انفرادیت قائم رکھتے ہوئے صرف زبان اردو کے متعلق انجمن ہذا سے تعاون کریں۔

قرار پایا کہ ایسی انجمنوں اور جماعتوں سے دریافت کیا جائے کہ وہ کیا اور کس قسم کی اعانت کرنے کو تیار ہیں۔ اس سلسلے میں ایس ایم اسلام صاحب صدر جمیعتہ العلماء ریاست راجستھان نے یقین دلایا کہ جمیعتہ راجستھان انجمن ہذا کی ہر امکانی امداد کرنے میں مسرت محسوس کرے گی۔

(۳) ماسٹر محمد سراج الحق صاحب نے انجمن کی مالی حالت درست کرنے کی تجویز پیش کرتے ہوئے زور دیا کہ اس بابت فوری توجہ کی جائے۔ قرار پایا کہ شیخ مختار علی صاحب علوی بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی ایڈوکیٹ حکیم حافظ محمد عبد السلام صاحب مالک دردمند دواخانہ اور ایس۔ ایم اسلام صاحب صدر جمیعتہ العلماء راجستھان۔ انجمن کی مالی حالت کو درست کرنے کی جلد کارروائی فرمائیں۔

(۴) تحفظ اردو کے متعلق تجویز پیش کرتے ہوئے محمد معین الدین خاں صاحب ایم۔ اے ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی اسکول جے پور نے کہا کہ باعث تشویش ہے کہ مہاراجہ گرلز ہائی اسکول جے پور سے اردو کی تعلیم ختم کی جارہی

ایسی حالت میں لڑکوں کے لئے اردو کی تعلیم حاصل کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ کسی اور ہائی اسکول میں پہلے ہی اردو نہیں ہے۔ اس طرح موجودہ سیشن میں متعدد طلبا نے مہاراجہ کالج جے پور۔ اور دیگر متعدد ہائی اسکولوں وغیرہ میں اردو لینا چاہا مگر ان کی درخواستیں مسترد کر دی گئیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ بی۔ اے کے بعد اردو تعلیم کا دروازہ تمام راجستھان میں بند کر دیا گیا ہے۔ لہذا ان دشواریوں کو دور کئے جانے اور اردو کی تعلیم حاصل کرنے کا کوئی موثر اقدام اور معقول انتظام کیا جائے۔ بریں بالاتفاق طے ہوا کہ حسب ذیل اصحاب کی ایک سب کمیٹی بنائی جائے جو مکمل ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد ایک یادداشت مرتب کرے اور حکام متعلقہ سے مل کر ان دشواریوں کو دور کرائے۔ اور آسانیاں بہم پہنچائے۔

(۱) خان بہادر الطاف احمد صاحب خیری۔ راجستھان ایڈمنسٹریٹو سروس (ریٹائرڈ)
(۲) پنڈت۔ ایس۔ کے زتشی صاحب۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ سابق ڈائرکٹر آف ایجوکیشن ریاست جے پور و ریٹائرڈ ایجوکیشن سکریٹری راجستھان۔
(۳) محمد صابی الدین صاحب ایم۔ اے۔ ریٹائرڈ پروفیسر ہسٹری آف مہاراجہ کالج جے پور۔ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی اسکول جے پور
(۴) منشی نندلال صاحب نجم بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر مہاراجہ ہائی اسکول جے پور
(۵) شیخ محمد غفار علی صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایڈوکیٹ راجستھان
(۶) منشی چند بہاری لال صاحب صبا
(۷) مولوی احترام الدین احمد صاحب شاغل

(۵) "تذکرہ شعرائے جے پور" کی طباعت کا ریزولیوشن پیش کرتے ہوئے منشی نندلال صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی نے کہا کہ راجستھان میں بقاء و ترقی اردو کے لئے ضروری ہے کہ یہاں کے شعراء و ادبا کے کارنامے منظر عام پر لائے جائیں اس سلسلے کی "تذکرہ شعرائے جے پور" پہلی کڑی ہے جس کے مطالعہ سے یہاں کے اہل کمال کی شخصیت ظاہر ہوتی ہے۔ اور حیرت ہوتی ہے کہ ایسے باکمال اصحاب آج تک گوشہ تاریکی میں۔ علاوہ ازیں علمی و ادبی سرمایہ بھی اس میں بہت کافی ہے اور یہاں کے اردو ادب کی یہ ایک قابل قدر تاریخ بھی ہے۔ اس کے مرتب مولوی احترام الدین احمد صاحب شاغل ہیں جنہوں نے بڑی محنت و عرق ریزی اور بعد تلاش و تجسس اور نہایت خوبی و سلیقہ سے مرتب کیا ہے۔ اس کا طبع ہونا نہایت ضروری ہے۔ حاضرین نے اس کی طباعت کی پر زور تائید کی۔ بریں قرار پایا کہ جنرل سکریٹری صاحب انجمن ترقی اردو ہند سے درخواست کی جائے کہ وہ براہ نوازش اس پر اپنی جانب سے "پیش لفظ" رقم فرمانے کی بھی تکلیف گوارا فرمائیں اور مرکزی انجمن کے زیر اہتمام اس کی طباعت و اشاعت کا انتظام فرما کر ممنون فرمائیں۔

(۶) مولوی حافظ محمد ایوب خاں صاحب ترقی اردو کی پرنسپل اردو کالج جے پور نے تجویز پیش کی کہ اردو کی ثانوی زبان کی حیثیت اور بہ حیثیت اختیاری مضمون قرار دئے جانے سے یہ دشواری پیدا ہو گئی ہے کہ مدرسوں میں الف۔ بے شروع کرائی جاتی ہے اور پھر اونچے درجوں پر پہونچ کر اردو وغیرہ میں طلبہ کو اردو کی وہ کتابیں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ جو اس زمانے کے کورس کی ہیں کہ جب اردو ثانوی حیثیت رکھتی تھی جن کو سمجھ سکنا تو در کنار وہ ان کو پڑھ بھی نہیں سکتے۔ علاوہ ازیں اردو کورس کی کتابیں بازار میں دستیاب نہیں ہوتیں۔ لہذا ان ہر دو دقتوں کو دور کیا جائے۔

قرار پایا کہ یہ تجویز بھی برائے کارروائی ضروری و مناسب اس کمیٹی کے سپرد کی جائے کہ جس کا ذکر ریزولیوشن نمبر (۴) میں کیا گیا ہے۔

(۷) مولوی صاحب موصوف نے تجویز پیش کی کہ اردو نے قواعد مشترکہ اردو اور سنسکرت اختیاری مضامین ہیں مگر بذریعہ احکام سنسکرت کی تعلیم لازمی کر دی گئی ہے۔ اور اردو کا مضمون ملنے میں جو دشواریاں مدارس میں پیش آرہی ہیں وہ ظاہر کی جا چکی ہیں جس کے باعث ان طلبا کو بڑی مشکلات پیش آرہی ہیں کہ جن کی مادری زبان اردو ہے لہذا سنسکرت کی لازمی تعلیم کی پابندی ختم کرائی جائے۔ لیڈ تائید۔

اس تجویز پر کافی دیر بحث مباحثہ ہوا۔ منشی نندلال صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ جن کی مادری زبان اردو ہے انھیں کو نہیں بلکہ جن کی زبان ہندی یا سندھی وغیرہ ہے ان کو بھی سنسکرت کی تعلیم میں دشواریاں در پیش ہیں۔ قرار پایا کہ یہ معلومات کی جائے کہ راجستھان کے علاوہ اور کس ریاست میں اس طرح سنسکرت کی تعلیم باوجود اختیاری مضمون ہونے کے لازمی قرار دی گئی ہے۔ اس سلسلے میں مرکزی انجمن سے بھی یہ حال معلوم کر لیا جائے۔

(۸) مرزا داحد بیگ صاحب نے تجویز پیش کی کہ ایک اردو کے معیاری پرچہ کے اجرا کا انتظام کیا جائے۔

قرار پایا کہ مرزا صاحب مفصل تخمینہ اور پوری اسکیم تیار کر کے پیش کریں کہ کس قدر روپیہ صرف ہوگا۔ اور کس کس مد میں کس کس قدر اور یہ کہ آیا کسی فرد واحد سے ایسی درخواست کی جائے یا کوئی مشترکہ اسکیم حصہ رسدی کی شروع کی جائے۔ غرض کہ پوری تشریح کے ساتھ یہ اسکیم پیش کریں تاکہ غور کیا جائے۔

کارروائی کے بعد صدر و حاضرین کے شکریہ کے ساتھ جلسہ ختم ہوا۔

راجستھان اردو کنونشن۔ کل ہند مشاعرہ اور علمی نمائش کا پروگرام بعد میں شائع کیا جائے گا جس کی بابت مرکزی انجمن سے مراسلت ہو رہی ہے۔

(نامہ نگار)

تبصرے

مقتل الحسین ضحاک مشرقی

جناب الاستاد سید مجتبیٰ حسن صاحب کامون پوری پی۔ ایچ۔ ڈی از ہر یونیورسٹی مصر۔ صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی تالیف ہے۔

مقتل الحسین ضحاک مشرقی واقعۂ کربلا کا قدیم ترین ماخذ ہے اور اسی کو کامون پوری صاحب نے اردو کا لباس پہنایا ہے اور اصل عربی عبارت بھی درج کردی ہے۔ قیمت آٹھ آنے

ملنے کا پتہ:۔

مجتبیٰ حسن کامون پوری صاحب۔ ۲۔ عزیز احمد روڈ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

عجائبات سائنس (حصہ اول) قیمت ایک روپیہ بارہ آنے

ملنے کا پتہ:۔ کتاب گھر۔ جمیل آباد میل وشارم۔ ضلع۔ شمالی آرکاٹ

عجائبات سائنس کے مرتب اے احمد بادشاہ ایم۔ اے ہیں جنھوں نے بہت سی درسی کتابیں مرتب کی ہیں جو سررشتۂ تعلیمات حکومت مدراس کے جدید نصاب کے مطابق ہیں اور طلبا کے علاوہ دوسرے اصحاب بھی اس کے مطالعے سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

عمرانیات (حصہ چہارم)

قیمت دو روپے

ملنے کا پتہ:۔ کتاب گھر جمیل آباد میل وشارم ضلع شمالی آرکاٹ

اس کتاب کے مولف اور مرتب بھی اے احمد بادشاہ ہیں جن کے قلم کو ترتیب و تالیف کا بڑا اچھا سلیقہ ہے یہ کتاب بھی طلبا کے علاوہ عام معلومات حاصل کرنے والوں کے لئے مفید ہے۔

بیسویں صدی (افسانہ نمبر)

ملنے کا پتہ:۔

رسالہ بیسویں صدی۔ ترکمان گیٹ۔ نئی دہلی

قیمت سالانہ پانچ روپے۔ افسانہ نمبر کی قیمت ایک روپیہ

بیسویں صدی وقت پر یعنی وقت سے پہلے شائع ہوتا ہے اور اپنی اس پابندی کی بڑی شہرت رکھتا ہے۔ افسانہ نمبر سلیقے سے مرتب کیا گیا ہے اور اس میں اچھے لکھنے والوں سے حاصل کئے گئے ہیں۔

کتب موصولہ برائے تبصرہ

مخزن الدلائل:۔ مولفہ قاضی منتخب الدین رح

قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

مجالس خمسہ:۔ مصنفہ حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی رح۔

قیمت ایک روپیہ

سراج الابصار:۔ مولفہ حضرت بندگی عبد الملک سجاوندی عالم باللہ

قیمت دو روپے آٹھ آنے

مطلع الولایت:۔ مولفہ حضرت بندگی میاں سید یوسف رح

قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

یہ تمام کتابیں سلسلہ مہدویہ سے تعلق رکھتی ہیں اور ذیل کے پتے پر مل سکتی ہیں:۔

دار الاشاعت۔ کتب سلف الصالحین

دائرہ زمستان پور۔ مشیر آباد۔ حیدرآباد۔ دکن

کاروان حجاز:۔ زیارت حرمین اور سفر حجاز کے تاثرات و مشاہدات

از ماہر القادری صاحب۔ قیمت چار روپے

ملنے کا پتہ:۔ مکتبۂ فاران۔ کیمبل اسٹریٹ کراچی ۱

خون کے آنسو:۔ ہندوستانی مسلمانوں پر ۱۹۴۷ء سے پہلے آنے والے عذاب الٰہی کی پیشین گوئیاں۔ مصنفہ اشتیاق حسین صاحب مرحوم۔

قیمت ایک روپیہ۔ ملنے کا پتہ:۔

عثمانیہ بک ڈپو ۱۷۱۔ اپر چیت پور روڈ۔ کلکتہ ۷

قدر و نظر:۔ اختر اورینوی صاحب کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ۔

قیمت تین روپے آٹھ آنے۔ ملنے کا پتہ:۔

ادارۂ فروغ اردو۔ لکھنؤ۔

جام فروزاں:۔ سید بشیر حسین صاحب بشیر الٰہ آبادی کا مجموعۂ کلام

قیمت دو روپے آٹھ آنے۔ ملنے کا پتہ:۔

سید بشیر حسین صاحب۔ انکم ٹیکس افسر۔ کان پور

مناجات مقبول:۔ مرتبہ حکیم الامت مجدد ملت علامہ اشرف علی تھانوی رح مع ترجمہ و شرح۔ مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی۔ قیمت دو روپے

ملنے کا پتہ:۔ عثمانیہ بک ڈپو۔ ۱۷۱ اپر چیت پور روڈ کلکتہ ۷

(پرنٹر پبلشر قاضی عبد الغفار نے نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپوا کر مرکزی انجمن علی گڑھ سے شائع کیا)